شیخ ایاز: انسان دوستی ،امن اور محبت کے شاعر

ڈاکٹر منظور علی ویسریو*

Abstract

Shaikh Ayaz is a darling and immortal poet of Sindh. He has earned a high place amongst the literary and poetic lyricists of not only Sindh but all over the country. His progressive poetry possesses great appeal to everyone.

Ayaz is a poet of love, life and rebellion. Outwardly a Muslim, in reality he is neither Muslim nor a Hindu. He was a great humanitarian. He believed in the transformation of our society on the basis of social equilibrium, religious tolerance, humanism, peaceful co-existence and economic equality. He also became a crusader for peace and brotherhood at international level. Ayaz kept the age-old suffistic and humanistic traditions alive. He spread the message of love and brotherhood among people of all religions. These and some other subjects of his peotry makes him an immortal poet.

This research paper attempts to present the ideas of Shaikh Ayaz towards humanism, peace and love through his poetry.

قدیم سندھی شاعری کی روایت کا اگر جائزہ لیا جائے تو وہ امن و آشتی، انسان دوستی اور روشن تصورات اور جذبات کا مظہر نظر آتی ہے۔ جدید سندھی شاعری بھی اسی تسلسل کو آگے بڑھاتی ہوئی رواں دواں ہے، کیونکہ اس کی جڑیں اپنے ماضی کی شاندار روایتوں میں پیوستہ ہیں۔ بقول ذوالفقار ہالیپوتہ:

---

* لیکچرر، قومی ادارہ برائے مطالعہ پاکستان، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد

> سندھ ایک سیکولر اور روشن خیال خطہ ہونے کی وجہ سے ہمعصر تاریخ کے ہر دور میں اپنے سیاسی رہنماؤں، دانشوروں، شعراء، مفکروں اور ادیبوں کے توسط سے ہر اس نظریے، سیاسی ادب اور فکشن کو اپنے دل میں جگہ دیتا آیا ہے جس میں حسِ جمالیات ہے۔ کائنات اور انسان کی ذات کو خوبصورت اور تر و تازہ دیکھنے کا درس ہے، لوگوں کی بھلائی اور بہتری کے اپنے سیاسی اور سماجی تبدیلی کا تصور موجود ہے زمین اور قومی شناخت سے جڑ کر پوری دنیا کی بھلائی کے لیے کام کرنے کا عزم سندھی زبان میں کسی ضمیمے سے کم کی حیثیت نہیں رکھتا۔[۱]

شیخ ایاز بھی اسی سیکولر اور روشن خیال تصور کے نمائندہ شاعر ہیں۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی کے بعد شیخ ایاز سندھی زبان کے ایک معروف اور نمائندہ شاعر اِسی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئے۔ جدید سندھی شاعری میں ان کا مقام سب سے نمایاں ہے۔ وہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ وہ بیک وقت شاعر، ادیب، خطوط نگار، کالم نگار، افسانہ نگار، ڈرامہ نگار، سفر نامہ نویس، مترجم، معلم، منتظم، مدیر، انسانی حقوق کے علمبردار تھے۔ انہی کو بہت سے القابات سے نوازا گیا اس ضمن میں سوبھو گیان چندانی نے ایک جگہ لکھاہے کہ: ''ایاز کو چھوٹے خانوں میں بند نہیں کیا جا سکتا وہ ایک ہیومنسٹ (Humanist) اور صوفی ہے۔ فکر کے لحاظ سے ایک یونیورسلٹ اور ایک کاسمو پولیٹین ہے۔''

شیخ ایاز اپنے دور کی ایک بڑی شخصیت ہیں۔ ان کی شخصیت کی ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ وہ وسیع مطالعہ اور ذہین لکھاری اور تخلیق کار تھے۔ ان کو عالمی ادب، سیاست، کلچر، آرٹ اور دیسی و بدیسی اساطیر(Myths) پر مکمل عبور حاصل تھا۔ مشاہدے اور مطالعے کی اس وسعت نے انہیں اپنے وطن کی مایوسیوں اور محرومیوں پر لکھنے پر مجبور کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دنیا کے سیاسی اور معاشرتی امور پر بھی دل کھول کر لکھا۔ ان کا کینوس اتنا کشادہ تھا کہ وہ شنکراچاریہ سے موزارٹ تک اور پاسٹر ناک سے ہیمنگوے تک اور بودلیر سے میرا جی تک تمام اکابرین اور اہلِ قلم اس میں آسانی سے سمائے گئے۔ وہ اسپین کی خانہ جنگی سے لے کر نپولین کی ایلبا اور روسی ریبن سے ہندوستانی ٹیپو سلطان اور ائنا اخمتوواء سے قرۃالعین حیدر تک تمام کو اپنی شاعری کا محور و مرکز بناتے ہیں۔ ان کے نظریات میں کٹرپن نہیں، کشادہ دلی ہے۔ وہ تعصب سے بے نیاز تھے۔ محبت ہی ان کا مذہب تھا۔

عالمی مسائل کے ساتھ عالمی اصناف ادب کو سندھی لہجے میں ڈھالنا بھی شیخ ایاز کی وسّع علمی کو ظاہر کرتا ہے۔ ہائیکو، سانیٹ، ترائیلے، بلینک ورس، اوپیرا وغیرہ تو انہوں نے لکھے، ساتھ ساتھ عالمی موضوعات اور کرداروں کو اجاگر کرکے انہوں نے سندھی ادب کو نہ صرف صنفی بلکہ موضوعاتی اعتبار سے بھی مالا مال کیا۔ ویتنام، افریقہ، لیٹن امریکا، فلسطین، کشمیر میں جہاں کہیں بھی ظلم و ستم کا بازار گرم تھا اور جہاں کہیں بھی کمزور طاقتور سے نبرد آزما تھا شیخ ایاز وہاں ان مجاہدین(کوشش کرنے والے) کے ساتھ رہے۔ اور ان کی حمایت میں نظمیں لکھیں۔ اس سلسلے میں گاؤ انقلاب، ویتنام کی آزادی، بوڑھا باغی، لمبا کا دیس،ائنی فرینک وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

نظم ’’لمبا کے دیس‘‘ میں کانگو کے رجعت پرست حکمران شومبے کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

آءُ لمبا آهيان، سوريءَ مٿي سچ
ڀڄي مون کان ڀڄ توکي سانگو ساهه جو ۲

ترجمہ:میں سچ کی سولی پر چڑھا ہوا لمبا ہوں تمہیں اپنی جان کی پڑی ہے تو پہلے ہی بھاگ نکل۔

نظم ’’ویتنام آزادی کی راہ پر‘‘ میں آزادی کے لیے انسان جن مصائب سے دوچار ہوتا ہے ۔ ان کو یوں بیان کرتے ہیں:

بمن مٿان بم ڪريا انڌوڪار ۾
اڏاڻا آڪاس ۾ هڏن سوڏا چم
الا، ڏس آدم آزادي، لئه ڇا سَنو! ۳

ترجمہ:آندھی کی طرح بموں پر بم گرے، ہڈیوں کے ساتھ جسم آسمان پر اڑے، اے اللہ! دیکھ آدم نے آزادی کے لیے ،کیا کیا نہیں برداشت کیا۔

اپنے شعری مجموعے ’’اُڀر چنڊ ڀس پرين‘‘ (نکلوچاند محبوب کو دیکھو) کے پیش لفظ میں ایاز لکھتے ہیں:

دوستو وسکی اپنے ناول’’روڈن‘‘ (Rudin) میں لکھتا ہے کہ (A good word is also good deed.) میں نے بھی ہمیشہ اسی طرح سوچا ہے کہ میری شاعری ہی میرا بہترین

عمل ہے۔ میری بہترین سیاست ہے اور دنیا کو بدلنے کے لیے میرا بہترین ذریعہ ہے......۔آزادی کے بعد میں نے نا صرف قتل و غارت اور بغض و نفرت کی مخالفت کی اور پاکستان میں جہالت پسند اور آمریت پرور طبقات کے خلاف اپنی شاعری کے ذریعے جہاد کیا۔ میں نے اشاروں، کنایوں، تشبیہات، تلمیحات، استعارات اور دیگر شاعرانہ حربے استعمال کر کے اپنی پوری تخلیقی قوت اس میں صرف کی تا کہ جمہوریت دشمن اور استحصال پسند نظام کی جڑ ختم کی جائے اور اس دور کو خوش آمدید کہا جائے جس کی بنیاد محبت اور اخوت پر رکھی جائے۔[۴]

اس ضمن میں ایک جگہ وہ فرماتے ہیں:

محبت سان محبت ڪر!

ڇو تہ اھا ڪائنات جي تخليق جو باعث آھي

ڇو تہ اھا خدا آھي

۽ خدا محبت ڪان سوا

ٻيو ڪجھ بہ نہ آھي

ٻيو ڪجھ بہ نہ آھي![۵]

ترجمہ:

محبت سے محبت کرو!
کیونکہ وہ باعثِ تخلیق کائنات ہے
کیونکہ وہ خدا ہے
اور خدا محبت کے سوا
اور کچھ بھی نہیں ہے
اور کچھ بھی نہیں ہے!

شیخ ایاز اپنی کتاب ''خط، انٹرویو تقریروں'' میں شاعری کے متعلق لکھتے ہیں:

شاعری تڑپ ہے، اپنا پن ہے، نفرت دور کرتی ہے، محبت بڑھاتی ہے---وہ اپنی گود میں پوری انسانیت کو لیتی ہے۔ ایک دوسرے کو محبت پیش کرتی ہے، انسان سے محبت کرتی ہے، اور انسانیت کے آگے سر جھکاتی ہے۔[۶]

شیخ ایاز نے اپنی شاعری میں ہر اس نظریئے اور نعرے کو مسترد کر دیا جس میں

تعصب ، نفرت اور مذہبی انتہاپسندی کی بُو آتی ہو۔ انہوں نے اپنی شاعری میں بغیر کسی امتیاز کے انسان دوستی کو ہی جگہ دی۔ وہ فرماتے ہیں:

اج تہ چئي ڈي اج تہ چئي ڈي اج تہ الاعلان
منھنجو ڪوئي ديس نہ آھي منھنجو ديس جھان
منھنجو ڪوئي نانءُ نہ آھي مان آھيان انسان

ترجمہ:

آج تو کہہ دو، آج تو کہہ دو، آج تو الاعلان
میرا کوئی دیس نہیں ہے، میرا دیس جہان
میرا کوئی نام نہیں ہے، میں ہوں بس انسان

شیخ ایاز جیسے انسان دوست شخص کے لیے انسانوں کی بے شرفی اور بے توقیری جیسی صورتحال کو برداشت کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے انہوں نے سماج کے اونچے سنگاسن پر کھڑے ہو کر مظلوم اور محکوم عوام کو استحصالی ٹولے ان کے جبر کے خلاف سینہ سپر ہونے اور اس طبقاتی نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا اعلان کیا۔ اس سلسلے میں وہ فرماتے ہیں:

میرے دیدہ ورو
میرے دانش ورو
اپنی تحریر سے
اپنی تقدیر کو
نقش کرتے چلو
تھام لو ایک دم
یہ عصائے قلم
ایک فرعون کیا لاکھ فرعون ہوں
ڈوب ہی جائیں گے۔ ۷

شیخ ایاز کی شاعری کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شاعری میں انسان کی

مکمل آزادی، خوشحالی، امن اور اتحاد کا فلسفہ سمایا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

جنھن وقت بہ ڪنھن جو طوق ٽٽو

مون ائين سمجھيو

ڄڻ منھنجي گردن هلڪي ٿي

اي دنيا ڀر جا محڪومو!

اي مظلومو!

جي محڪوميءَ مان ڪو بہ ڇٽو!

مون ائين سمجھيو

ڄڻ منھنجي گردن هلڪي ٿي!

ترجمہ:

جس وقت بھی کسی کا طوق ٹوٹا
میں نے یوں سمجھا
جیسے میری گردن ہلکی ہوئی
اے دنیا بھر کے محکومو!
اے مظلومو!
اگر محکومی سے کوئی بھی آزاد ہوا
میں نے یوں سمجھا
جیسے میری گردن آزاد ہوئی

انسان دوستی اور عالمی بھائی چارہ کو وہ لوگ مانتے ہیں جو عظمت آدم کے قائل ہوتے ہیں۔ بقول محمد ابراہیم جویو:

انسان کی بقا کا راز، انسانیت کے احترام میں ہے جب تک پوری دنیا کی تعلیمی قوتیں، اپنی پوری توجہ انسانیت کی طرف مزکور نہیں کرتی تب تک یہ دنیا بدستور درندوں اور حیوانوں کی بستی ہی رہے گی۔۹

شیخ ایاز بھی مذہب، دین دھرم، ذات اور نسل سے بے نیاز تھے۔ وہ صرف اور صرف انسان کو اعلیٰ سمجھتے تھے۔ بقول ایاز:

هي سنگرام
سامهون آ
نارائڻ شيام!
هن جا منهنجا
قول به ساڳيا
ٻول به ساڳيا
هو ڪوتا جو ڪاڪ ڌڻي پر
منهنجا رنگ رتول به ساڳيا
ڏت به ساڳيو
ڏول به ساڳيو
هاڃُ به ساڳيو
هول به ساڳيو
هن تي ڪيئن بندوق ڪٺان مان
هن ڪي گولي ڪيئن هڻان مان
ڪيئن هڻان مان!
ڪيئن هڻان مان!
ڪيئن هڻان مان! [۱۰]

ترجمہ:

جنگ کا یہ ہنگامہ
سامنے ہے نارائن شیام
اس کا میرا
قول بھی ایک اور بول بھی ایک
وہ ایوانِ شعر کا آقا!
میرا اس کا رنگ بھی یکساں
اندیشے اور خوف بھی یکساں

فکر و فن کا محور اور معیار بھی ایک
اس کا میرا پیار بھی ایک
..... سوچ رہا ہوں
کیسے میں بندوق اٹھاؤں
کیسے اس کو گولی ماروں
کیسے ماروں!!
کیسے ماروں!!
کیسے ماروں!! (ترجمہ: محسن بھوپالی)

شیخ ایاز مظلوموں کا ساتھی ہے۔ وہ ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سچ کہتا ہے۔ وہ جب انسان کو انسان پر ظلم کرتے دیکھتا ہے تو خاموش نہیں رہتا اور کہتا ہے:

اوانسان!
اوانسان!
ڪنهن کي تو مارين
هي ماڻهو جو ٻچڙو آ
هي جو پٽر ڪان ڏاڍو آ
ڪونپل ڪان پي ڪچڙو آهي
اوحيوان!
اوحيوان!
ڪنهن کي تو مارين!
هن جو تو سان وير به ڪهڙو
هن ديس به ساڳي ڌرتي
هي به ته ماڻهو آ تو جهڙو
اوناداں!
اوناداں!
ڪنهن کي تو مارين!

ڇو نہ اھو تو توساڃاھين

ڪير ٻنهي جو ويري آهي؟

ڇو نہ انهيءَ ويري کي ڊاھين

او انسان!

اوانسان!

ڪنهن کي تو مارين !!

ترجمہ:

اوانسان!

اوانسان!

کس کو مارتے ہو

یہ انسان کا جو بچہ ہے
یہ جو پتھر سے بھی مضبوط ہے
کونپل سے بھی نازک ہے

اوحیوان!

اوحیوان!

کس کو مارتے ہو!

اس کا تم سے بیر بھی کیسا
اس کا دیس بھی یہی دھرتی
یہ بھی تو انسان ہے تیرے جیسا

اونادان!

اونادان!

کس کو مارتے ہو
کیوں نہیں تم اس بات کو سمجھتے
کون ہے تم دونوں کا بیری
کیوں نہیں اس بیری کو ختم کرتے

اوانسان!

اوانسان!

کس کو مارتے ہو۔

نظم ہو یا نثر ایاز کی ہر تحریر اور تخلیق میں بنیادی نکتہ انسان سے محبت ہے۔ ذیل میں ان کے دعائیہ اشعار ملاحظہ کیجیے ۔جن سے ایاز کی انسان دوستی اور انسانوں سے محبت کے جذبات عیاں ہوتے ہیں:

يارب !

منهنجي پيار کي آفاقي بڻاء

جئين مان هر انسان کي پنهنجو ڀاءُ سمجهان !

منهنجي خون ۾ قابيل جي عنصر کي ختم ڪر !

مون کي پنهنجو رحم وديعت ڪر !

پنهنجي اخلاق جي ڀيک ڏي ۱۲

ترجمہ:

یارب!
میرے پیار کو آفاقی بنا دے
تا کہ میں ہر انسان کو اپنا بھائی سمجھوں
میرے خون سے قابیل کے عنصر کو ختم کر دے!
مجھے اپنا رحم و دیعت فرما
اپنے اخلاق کی بھیک عنایت کر!

يارب !

مون کي محبت عطا ڪر !

مون کي رحم جو جذبو عطا ڪر !

۽ هر انسان لاءِ بهتريءَ جي تمنا عطا ڪر ! ۱۳

ترجمہ:

یارب!
مجھے محبت عطا فرما
مجھے رحم کا جذبہ عطا کر

اور ہر انسان کے لیے بہتری کی تمنا عطا فرما

اس مختصر سے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ایاز کی شاعری امن، پیار اور انسان دوستی جیسے آفاقی جذبات سے سرشار ہے۔ ان کے ہاں احترام آدمیت ہی سب کچھ ہے۔ وہ انسانی ذات کی آزادی، امن، خوشحالی کی بات کرتے ہیں۔ اس طرح ان کی شاعری کا بنیادی نکتہ انسان دوستی اور انسانوں سے محبت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ذوالفقار ہالیپوتہ ، مقالہ، ''شیخ ایاز ہر صدی کا شاعر'' مشمولہ سہ ماہی *ادبیات*، خصوصی شمارہ، نمبر 91،90 اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان،جنوری تا جون ۲۰۱۱ء ص ۴۹۔

۲۔ شیخ ایاز، ڪپر ٿو ڪن ڪري، حیدرآباد، سندھی ادبی ہین جی کو آپریٹو سوسائٹی لمیٹڈ، مارچ ۱۹۵۷ء، ص۲۰۹۔

۳۔ ایضاً، ص۲۱۲۔

۴۔ شیخ ایاز، اڀر چنڊ ہس ہرین، پیش لفظ ،حیدرآباد، نیو فیلڈس پبلیکیشن ،۱۹۹۰ء، ص۹۔

۵۔ شیخ ایاز،آکي ڪيڏانهن، حیدرآباد، نیو فیلڈس پبلیکیشن ،۱۹۹۴ء، ص۴۴۔

۶۔ شیخ ایاز، *خط انٹرویو تقریریں*، جلد اول ، حیدرآباد، نیو فیلڈس پبلیکیشن طبع دوم،۱۹۹۹ء، ص۲۹۱۔

۷۔ بکڑو، انور نگار ، ڈاکٹر،*شیخ ایاز شخصیت اورفن* ،اسلام آباد، اکادمی ادبیاتِ پاکستان، ۲۰۰۶ء، ص۶۱۔

۸۔ شیخ ایاز،ڪپر ٿو ڪن ڪري، ایضاً،ص۲۶۹۔

۹۔ جویو، محمد ابراہیم، *ساہی مہران*، جام شورو، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۵ء، ص۳۵۔

۱۰۔ شیخ ایاز، حیدرآباد، زیب ادبی مرکز،۱۹۷۳ء، ص۳۷۔

۱۱۔ ایضاً ، ص۱۱۶۔

۱۲۔ شیخ ایاز، *اٹھی اور اللہ سان*، (دعائیں) شکارپور، مہران اکیڈمی، دسمبر۲۰۰۵ء، ص۵۹۔

۱۳۔ ایضاً، ص۸۹۔